تشریع اسلامی میں قیاس کا مقام

سید محمد متین ہاشمی

فقہائے امت نے اسلامی تشریع کی اساسیات میں چار چیزیں شمار کی ہیں۔

۱۔ کتاب اللہ
۲۔ سنت رسول ص
۳۔ اجماع امت
۴۔ قیاس

اس مقالے میں ''اصل رابع'' یعنی قیاس کے متعلق گفتگو مقصود ہے۔

لغوی معنی:

قیاس لغت میں ''تقدیر'' اندازہ لگانے کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے قست الارض بالقصبة (میں نے زمین کو ناپنے کی لکڑی سے ناپا یعنی اسکا اندازہ لگایا) اسی طرح کلام عرب میں مستعمل ہے قست الثوب بالذراع (میں نے گز سے کپڑے کو ناپا) یعنی میں نے گز کے ذریعہ کپڑے کی لمبائی اور چوڑائی کا اندازہ لگایا۔ قیاس میں دو باتیں لغوی اعتبار سے بھی ضروری ہیں۔ ایک تو مقیس اور مقیس علیه کے درمیان مساوات اور دوسرے دونوں کے درمیان تعلق و مناسبت۔

اصطلاحی معنی :

قیاس کی اصطلاحی تعریف میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، نور الانوار میں ہے:

القیاس فی اللغة التقدیر و فی الشرع تقدیر الفرع بالاصل فی الحکم والعلة ۔(۱)

(قیاس لغت میں اندازہ لگانے کو کہتے ھیں اصطلاح شرع میں حکم و علت کے اعتبار سے فرع کا اندازہ اصل کے مطابق لگانے کا نام قیاس ھے)

ملاجیون نے ایک اور تعریف بھی نقل کی ھے لیکن پھر خود ھی اس کا ابطال کر دیا ھے ۔

وقیل ھو تعدیة الحکم من الاصل الی الفرع وھو باطل ۔(۲)

بعض نے قیاس کی تعریف میں کہا ھے کہ ''وہ حکم کو اصل سے فرع کی طرف پھیلانے کو کہتے ھیں،، لیکن یہ نظریہ باطل ھے ۔

علامہ آمدی نے ابوھاشم اور قاضی عبدالجبار کی تعریفات نقل کی ھیں لیکن انھوں نے ان تعریفات کو غیر جامع قرار دے کر رد کر دیا ھے ۔

وقال ابو ھاشم انه عبارة عن حمل الشئی علی غیرہ و اجراء حکمه و ھو باطل ۔(۳)

ابو ھاشم نے کہا ھے کہ قیاس کسی شئ کو اس کے غیر پر محمول کرنے اور اس پر اس کے حکم کو جاری کرنے کو کہتے ھیں لیکن یہ تعریف باطل ھے ۔

---

۱ ۔ ملا جیون : نورالانوار : ۱۹۰ طبع مصطفائی لکھنؤ ۱۲۸۸

۲ ۔ ایضاً

۳ ۔ سیف الدین ابو الحسن علی بن ابی علی بن محمد الآمدی : الاحکام فی اصول الاحکام : ۳ : ۱۶۹ طبع قاھرہ ۱۹۶۷ء

وقال القاضی عبدالجبار انه حمل الشئی علی الشئی فی بعض احکامه بضرب من الشبه و هو باطل ۔(۴)

قاضی عبدالجبار نے کہا ہے کہ قیاس کسی شئی کو کسی دوسری شئی پر بعض احکام کے اعتبار سے ایک قسم کی مشابہت کے باعث محمول کرنے کو کہتے ہیں ۔ اور یہ باطل ہے ۔

راقم الحروف کے خیال میں مندرجہ ذیل تعریف زیادہ جامع اور مانع ہے ۔
بانہ الحاق امر غیر منصوص علی حکمہ بامر آخر منصوص علی حکمہ لاشتراک بینھما فی علة الحکم ۔(۵)
(یعنی علت حکم میں اشتراک کے باعث امر غیر منصوص کا حکم امر منصوص کے مطابق بیان کیا جائے) ۔
مثلاً علت اسکار کی وجہ سے حرمت خمر کا حکم دیا گیا ۔

انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون (المائدہ — ۹۰)

شراب اور جوا اور بت اور پانسے یہ تو بس نری گندگی، شیطان کا کام ہے سو اس سے بچے رہو تاکہ فلاح پاؤ ۔

لہذا اسکار کی یہ علت جس مشروب میں بھی پائی جائے وہ شراب کے حکم میں ہے اور حرام ہے ۔

---

۴ ۔ ایضاً

۵ ۔ محمد ابو زھرہ : اصول الفقہ : ۲۰۹ طبع مصر ۱۹۵۷ء

اسی طرح ارشاد باری تعالی ہے۔

یا ایها الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکراللہ و ذروا البیع ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون (الجمعہ۔ ۹)

اے ایمان والو! جب نماز کے لئے جمعہ کے دن اذان کہی جائے تو چل پڑا کرو اللہ کی یاد کی طرف اور خرید و فروخت چھوڑ دیا کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

اس آیت کریمہ نے جمعہ کی اذان کے بعد بیع و شراء کو مکروہ قرار دے دیا۔ اس کی علت یہ ہے کہ جمعہ کے دن اذان کے بعد بیع و شراء میں مشغول ہونے سے اندیشہ ہے کہ آدمی نماز سے غافل ہوجائے اور بہت ممکن ہے کہ نماز سے رہ جائے۔ اس حکم کی علت ''اشتغال عن الصلوۃ،، ہے۔ اب یہ علت اذان جمعہ کے بعد جس عمل میں بھی پائی جائے گی اس پر یہی حکم جاری کیا جائے گا۔ مثلاً اذان جمعہ کے بعد کسی مزدور کو اپنے کام میں لگائے رکھنا، رہن کے معاملات طے کرنا۔ عدالتوں میں مقدمات کی سماعت کرنا۔ یہ سارے کام اشتراک فی العلة کی وجہ سے مکروہ ہیں۔ حالانکہ نص قطعی رہن، اجارہ یا قضاء کے بارے میں وارد نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے لایرث القاتل یعنی اگر جلد وراثت حاصل کرنے کے ارادے سے کوئی وارث اپنے مورث کو قتل کردے تو اس کو میراث نہیں دی جائے گی۔ایسے وارث کے لئے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح حکم ہے کہ وہ وارث ہی نہیں ہوگا اور اس کو مقتول کے ترکے سے کچھ نہیں ملے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم مبارک کی علت ''استعجال،، ہے۔ یعنی وقت آنے سے پہلے ہی اپنے حق کو

حاصل کر لینے کی خواہش ۔ لہذا یہ علت استعجال جس حق میں بھی پائی جائے گی عقوبت کے طور پر صاحب حق کو اس کے حق سے محروم کردیا جائے گا۔

مثلاً زید نے وصیت کی کہ میری موت کے بعد میرا مکان بکر کو دے دیا جائے ۔ بکر نے زید کی موت کا انتظار کیا لیکن زید کو موت نہیں آئی ۔ اسی جذبہ استعجال (جلد بازی) سے مغلوب ہوکر اس نے موصی یعنی زید کو قتل کردیا ۔ اس صورت مسئلہ میں بھی چونکہ وہی علت استعجال پائی جارہی ہے جو وارث میں پائی جا رہی تھی اس لئے اس مسئلے کو وارث والے مسئلے پر قیاس کرکے بکر کو زید کی وصیت کردہ جائداد سے بطور عقوبت محروم کردیا جائے گا۔

مندرجہ بالا مثالوں کا مقصود اس بات کو واضح کرنا تھا کہ ''اگر کسی خاص واقعے میں نص موجود نہ بھی ہو لیکن حکم منصوص کی علت اس میں پائی جائے تو تسویہ فی العلة کی وجہ سے تسویہ فی الحکم ہوگا اور یہی قیاس ہے ۔ اصولیین کی اصطلاح میں واقعہ منصوص (جس کی بابت نص موجود ہے) کو اصل، اور تسویہ فی العلة کی وجہ سے جس واقعے کو اس پر محمول کرکے اس میں وہی حکم جاری کیا جائے اسے فرع کہتے ہیں، یعنی مقیس علیہ کو اصل اور مقیس کو فرع ۔

تخریج و تحقیق مناط (۶)

عمل قیاس کی ابتداء تخریج مناط سے ہوتی ہے ۔ یعنی جب مجتہد کسی منصوص حکم (اصل) پر غیر منصوص (فرع) کا قیاس کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ سب سے پہلے اس حکم کی مناط (علت) کا استخراج کرے ۔ یہ بڑا نازک

---

۶ ۔ مناط الحکم اس علت کو کہتے ہیں جس پر حکم کی بنیاد ہوتی ہے ۔

اور دقیق کام ھے۔ اور اس مقام پر مجتہد کی معمولی سی غلطی یا بے پروائی اسے حقیقت سے بہت دور لے جا سکتی ھے۔ اس کے بعد دوسرے عمل کا آغاز ہوتا ھے یعنی اس علت کی تحقیق۔ مثلاً مجتہد کو دیکھنا ہوگا کہ آیا واقعۂ وھی علت واقعہ غیر منصوص میں بھی پائی جاتی ھے یا نہیں جو واقعہ منصوص میں پائی جاتی ھے۔ یہ عمل اول الذکر عمل سے بھی زیادہ دقیق ھے۔ کافی غور و فکر اور تحقیق و تدقیق کے بعد جب یہ امر واضح ھو جائے کہ دونوں واقعات (اصل و فرع) علت کے اعتبار سے متساوی ھیں تو پھر اسے حق ھے کہ فرع (غیر منصوص) میں بھی اصل (منصوص) کا حکم جاری کردے۔

اس مقام پر ایک نکتہ ملحوظ رکھنا چاھئے وہ یہ کہ یہ بھی ضروری ھے کہ ''نص کے حکم کی علت معقول المعنی،، ھو۔ یعنی حکم منصوص کی علت اور مصلحت سمجھ میں آجانے والی ھو۔ کیونکہ بہت سے ایسے بھی احکام ھیں جن کے مصالح کا ادراک کرنے سے عقل انسانی قاصر ھے اور ان کے مصالح اللہ تعالی کے سوا کسی کو معلوم نہیں ھیں۔ اس طرح کے نصوص پر قیاس کرنا درست نہیں ھے۔ مثلاً نمازوں کی رکعتوں کی تعداد سے متعلق مصالح، یا روزوں کی منصوص تعداد میں مضمر مصالح، یا طواف کے اشواط کی تعداد کے مصالح، یا مثلاً حد زنا میں سو کوڑوں کی تخصیص کی وجہ، یا حد قذف میں اسی (۸۰) کوڑوں کے تعین کی مصلحت، یا ایک رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدوں کے مقرر کئے جانے کا راز، یہ ایسے امور ھیں جن کی علتیں سوائے اللہ تبارک و تعالی کے حتمی طور پر کوئی نہیں جانتا۔ حضرت امام غزالی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی نے طویل تدبر و تفکر کے بعد چند مصالح کی نشان دھی کی ھے لیکن ان کے فرسودات بہر صورت ظنی ھیں۔

حتماً کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے علمائے اصول نے فیصلہ کیا ہے کہ عبادات اور عقوبات مقدرہ (غیر معلوم العلل) میں قیاس درست نہیں ہے۔ البتہ ایسے احکام میں قیاس کرنا درست ہے جن کی علتیں عقل و ادراک انسانی کی گرفت میں آسانی کے ساتھ آجاتی ہیں۔ اس طرح کے قیاس کی مثالیں پہلے گزر چکی ہیں۔

اس سلسلے میں ایک اور بات بھی قابل غور ہے۔ وہ یہ کہ قائس (مجتہد) تسویہ فی العلۃ کو سمجھ لینے کے بعد صرف اس کا ''مظہر،، (بضم میم) ہے مثبت (بضم میم) نہیں ہے۔ یعنی مجتہد کا صرف اتنا کام ہے کہ پہلے وہ شارع کے حکم کی مناط تلاش کرے پھر اس کا تعین و تحقیق کرے اور کامل تسویہ محسوس کرنے کے بعد ''علۃ الحکم،، کو ظاہر کردے۔ مثلاً مجتہد نے شراب کی حرمت کے مناط کی تلاش کی۔ اس کے استخراج کے نتیجے میں علت ''اسکار،، ظاہر ہوئی۔ اب وہ تفحص کرے گا کہ علت اسکار کس کس مشروب میں پائی جاتی ہے۔ اس نے دیکھا کہ یہ علت تو جوش آنے کے بعد سیب کے رس یا تاڑی میں بھی پائی جاتی ہے تو وہ فیصلہ کرے گا کہ ''نشہ آور سیب کا رس یا تاڑی حرام ہے،،۔ گویا اس نے یہ ظاہر کیا کہ ''حرمت،، شراب ہی کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ شارع علیہ السلام کا حکم وجود مناط کی صورت میں نشہ آور سیب کے رس یا تاڑی تک منجر ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مجتہد بذات خود سیب کے رس یا تاڑی کو حرام کرنے والا ہے بلکہ وہ درحقیقت شارع علیہ السلام کے اصل (شراب) والے حکم کو فرع (نشہ آور سیب کے رس اور تاڑی) میں ظاہر کرنے والا ہے۔ خلاصہ یہ کہ

مجتہد مظہر ہوتا ہے مثبت نہیں ۔(۷)

قیاس اور دلالۃ النص میں فرق:

قیاس کی طرح دلالۃ النص کی بنیاد پر بھی حکم منصوص غیر منصوص کی طرف منجر ہوتا ہے لیکن دونوں میں فرق ہے ۔

قیاس میں تو پہلے استخراج مناط ہوتا ہے پھر تحقیق اور پھر اظہار حکم ۔ دلالۃ النص میں ان مراحل کی ضرورت ہی نہیں ہوتی ۔ صرف حکم منصوص کے مفہوم کو لغت کے ذریعہ متعین کرتے ہیں ۔ اور اصل کا حکم فرع میں جاری کر دیتے ہیں ۔

مثلاً والدین کے بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے ۔

فلا تقل لھما اف ولا تنھر ھما و قل لھما قولاً کریماً ۔ (بنی اسرائیل ۔ ۲۳)

جب والدین تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو تم ان کو ''اف،، بھی نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے ادب کے ساتھ بات چیت کرنا ۔

اس حکم کی علت ''ایذاء،، ہے ۔ یعنی تم ان سے کوئی بھی ایسی بات نہ کہنا یا ان کے ساتھ کوئی بھی ایسا برتاؤ نہ کرنا جس سے بڑھاپے میں تمہارے والدین کو ''تکلیف،، ہو ۔ ایذاء کا یہ تصور ''فلاتقل لھما اف،، سے مفہوم ہے ۔ لہذا اس مقام پر کسی تخریج مناط، تحقیق مناط، اجتہاد اور قیاس کی ضرورت نہیں ہے ۔ اصل نص کا حکم خود بخود تمام فروع میں جاری ہو جائے

---

۷ ۔ حوالہ کے لئے دیکھئے مصادر التشریع الاسلامی : عبدالوھاب خلاف : ۲۷ طبع مصر ۱۹۷۲ء

گا۔ یعنی ہر وہ عمل جس سے بوڑھے والدین کو تکلیف ہو، مثلاً گالی دینا، عقوق الوالدین، ان کی جائز و معقول خواہشات کو حقارت سے رد کردینا (جس سے ان کی ایذاء کا امکان ہو) ''فلا تقل لھما اف،، کی نہی میں داخل ہے۔

حجیت قیاس:

سوائے اہل ظواہر اور بعض فرق شیعہ کے جمہور علمائے اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ احکام عملیہ میں قیاس حجت شرعی ہے گو کہ یہ چوتھے درجے میں ہے۔ یعنی اگر کسی واقعے کا حکم نہ قرآن کریم میں ملے نہ سنت میں اور نہ اس کی بابت اجماع است ہوا ہو تو احکام منصوصہ میں اس کی اصل کے پائے جانے کی صورت میں قیاس کرنا درست ہوگا اور وہ قیاس حجت شرعی ہوگا۔ حجیت قیاس کے قائلین کے مندرجہ ذیل دلائل ہیں۔

قرآن کریم:

١ - اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذلك خیر و احسن تاویلاً (النساء — ٥٩)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے اہل اختیار کی اطاعت کرو پھر اگر تم میں باہم اختلاف ہوجائے کسی چیز میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹایا کرو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے خوشتر ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالی نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا

ہے کہ اگر کسی مسئلے میں نزاع اور اختلاف کی صورت پیدا ہوجائے اور قرآن و سنت یا اجماع امت میں اس کی بابت کوئی حکم نہ ہو تو پھر تمہیں چاہئے کہ اپنے اختلاف کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی قرآن و سنت کی طرف لوٹاؤ۔ ظاہر ہے کہ قرآن و سنت کی طرف اختلاف کو لوٹانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ واقعہ (فرع) اور اصل کی علت میں تساوی تلاش کی جائے اور شرائط قیاس کے پائے جانے کی صورت میں اصل کا حکم فرع میں جاری کیا جائے۔

۲۔ ایک مقام پر ارشاد ہے :

هو الذی اخرج الذین کفروا من اهل الکتاب من دیارهم لاول الحشر ما ظننتم ان یخرجوا و ظنوا انهم مانعتهم حصونهم من الله فاتاهم الله من حیث لم یحتسبوا و قذف فی قلوبهم الرعب یخربون بیوتهم بایدیهم و ایدی المؤمنین فاعتبروا یا اولی الابصار۔ (الحشر۔ ۲)

وہ وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ایمان لانے سے انکار کیا ان کو ان کے گھروں سے پہلے حشر کے لئے نکالا تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور خود ان کا خیال یہ تھا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ کی گرفت سے بچالیں گے سو اللہ کا عذاب ان پر ایسی جگہ سے پہنچا کہ انہیں خیال بھی نہ تھا اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اجاڑ رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی سو اے دانش والو عبرت حاصل کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے یہود مدینہ کے ایک قبیلے بنو نضیر کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود

کے دیگر قبائل کے علاوہ اس قبیلے سے بھی صلح کا معاہدہ ہو گیا تھا۔ لیکن ربیع الاول ۴ھ میں ایک معاملے کے سلسلے میں آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے تو انھوں نے آپ کو ایک جگہ بٹھا کر یہ سازش کی تھی کہ اوپر سے پتھر گرا کر آپ کو ھلاک کردیں۔ اس واقعہ سے قبل غزوہ احد کے موقع پر بھی اس قبیلے نے مسلمانوں سے غداری کی تھی۔ بالآخر باوجود مختلف تنبیہات کے جب انھوں نے اپنے رویہ میں تبدیلی نہیں کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جلاوطن کردینے کا فیصلہ فرمایا۔ اس پر وہ قلعہ بند ہوکر بیٹھ رہے لیکن ان کی ایک نہ چلی اور انھیں مدینہ چھوڑ کر شام اور خیبر کی طرف جانا پڑا۔

اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے :

فاعتبروا یا اولی الابصار سو اے دانش والو! عبرت حاصل کرو۔

یعنی ان پر اپنے آپ کو قیاس کرو۔ کیونکہ جس طرح تم ایک انسان ہو اسی طرح وہ لوگ بھی انسان تھے۔ انھوں نے معاہدہ کرکے بدعہدی کی۔ انھوں نے اللہ کے رسول برحق کی بار بار کی تنبیہات کی پروا نہ کی۔ وہ حق کے خلاف سازشوں میں مشغول رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے گھر، در اور جائدادوں سے محروم ہوکر نکالے گئے۔ سو اگر یہی حالات تمھارے ہو جائیں اور ذلت و نکبت کے آثار تمھارے اندر ظاہر ہونے لگیں، تم بھی معاہدہ کرو اور اسے پامال کرنے لگو، رسول برحق کے نائبین کی تنبیہات کی پروا نہ کرو، حق کے خلاف سازشیں کرنے لگو، تو تمھارا بھی وہی حال ہوگا جو قبیلہ بنو نضیر کا ہوا۔ اور قیاس اسی کو کہتے ہیں کہ پہلے ''تخریج مناط و تحقیق مناط'' کرکے اسباب و علل کا تعین کر لیا جائے پھر یہ دیکھا جائے کہ حالات

مقیس و مقیس علیہ میں کامل تسویہ ہے یا نہیں۔ اگر کامل تسویہ ہو تو اصل کا حکم فرع پر جاری کر دیا جائے۔

اس کی تو زندہ مثالیں ہماری روزانہ زندگی میں بھی ملتی ہیں۔ امتحان گاہ میں ایک لڑکا نقل کرتا ہوا پکڑا گیا اس کی کاپی مسترد کردی گئی اور آئندہ امتحان میں شرکت کرنے سے اسے روک دیا گیا، تو امتحان کے منتظمین اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ ایک اعلان تیار کرتے ہیں کہ "فلاں طالب علم نقل کرتا ہوا پکڑا گیا ہے اس لئے اس کی کاپی مسترد کردی گئی ہے اور اسے آئندہ ہونے والے امتحانات میں شریک ہونے سے روک دیا گیا ہے۔" یہ اعلان لے کر کوئی استاد آتا ہے اور امتحان گاہ کے ہر کمرے میں بہ آواز بلند پڑھ کر سناتا ہے تاکہ دیگر امیدوار "قیاس" کریں اور یہ سمجھیں کہ اگر "نقل کرنے کی" وہی علت جو اس طالب علم میں پائی جاتی تھی میرے اندر بھی پائی گئی تو میرے اوپر بھی وہی حکم جاری ہوگا یعنی میری بھی کاپی مسترد کردی جائے گی اور آئندہ ہونے والے امتحانات میں شرکت سے روک دیا جاؤں گا۔

(۳) قیاس کی حجیت کی سب سے بڑی دلیل تو یہ ہے کہ بعض مواقع پر منکرین کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اللہ تبارک و تعالی خود قیاس کا طریقہ اختیار فرماتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

قال من یحیی العظام وھی رمیم قل یحییھا الذی انشأھا اول مرۃ وھو بکل خلق علیم (یٰس - ۷۹)

(کافر اپنی خلقت کو بھول گیا) اور کہنے لگا کون زندہ کریگا ھڈیوں کو جب کہ وہ بوسیدہ ہو گئی ہوں گی آپ کہہ دیجئے کہ انہیں وہی

زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر پیدائش سے خوب واقف ہے ۔

بعض روایتوں(۸) میں ہے کہ ایک کافر سڑی ہوئی ہڈی لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اسے دکھا کر دریافت کیا کہ ''اگر میں اسے پیس کر اس کے ذرات ہوا میں اڑا دوں تو کیا تب بھی تمھارا رب اسے زندہ کر سکتا ہے''؟ اس موقع پر یہ جواب نازل ہوا کہ :

قل یحییھا الذی انشأھا اول مرۃ

آپ کہہ دیجئے کہ انھیں وہی زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا ۔

مذکورہ بالا آیات کریمہ کی تفسیر کے بعد علامہ قرطبی لکھتے ہیں ۔

ففی ھذا دلیل علی صحۃ القیاس لان اللہ تعالی احتج علی منکری البعث بالنشأۃ الاولی قال من یحیی العظام وھی رمیم الآیۃ(۹)

پس اس میں قیاس کے حجت ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالی نے بعث بعد الموت کے منکرین پر بدأ اول سے حجت قائم کی ہے اور فرمایا من یحیی ۔ الآیۃ

اسی آیت کریمہ پر گفتگو کرتے ہوئے علامہ ابوبکر الجصاص لکھتے ہیں ۔

فیہ من اوضح الدلیل علی ان من قدر علی الابتداء کان اقدر علی الاعادۃ

---

۸ ۔ محمد بن احمد الانصاری القرطبی : الجامع لاحکام القرآن : ۱۵ : ۵۸ طبع مصر ۱۹۶۷ء

۹ ۔ ایضاً

اذ کان فی ظاهر الامر ان اعادة الشئی ایسر من ابتداءه فمن قدر علی الانشاء ابتداءً فهو علی الا عادة اقدر فیما یجوز علیه البقاء و فیه الدلالة علی وجوب القیاس والاعتبار لانه الزسهم قیاس النشأة الثانیة علی الاولیٰ۔(١٠)

اس آیت کریمہ میں سب سے واضح دلیل یہی ہے کہ جو ذات کسی عمل کی ابتداء کرنے پر قدرت رکھتی ہے وہ (برباد ہوجانے کے بعد) اسے دوبارہ بنادینے پر بدرجہ اولی قادر ہوگی کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ کسی شئی کا اعادہ اس کی ابتداء کرنے سے زیادہ آسان ہوتا ہے لہذا جو ذات ابتداء پر قادر تھی وہ اعادے پر اس لئے زیادہ قادر ہوگی کہ اس پر اس کی بقا کا انحصار ہے اور اس آیت میں قیاس و اعتبار کے واجب ہونے کی دلیل بھی ہے کیونکہ اللہ تعالی نے کفار پر لازم کیا کہ وہ نشأة ثانیہ کو نشاة اولی پر قیاس کریں۔

علل کا بیان :

یہ جو قرآن کریم میں بعض مقامات پر اللہ تعالی نے احکام کے ساتھ ساتھ ان کی علتیں بیان فرمائی ہیں اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ ان علتوں کی بنیاد پر قیاس کیا جائے۔

مثلاً قصاص کے بارے میں ارشاد ہے۔

ولکم فی القصاص حیوة یا اولی الالباب (البقرہ — ١٧٩)

اے اہل فہم ! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔

١٠۔ ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص : کتاب احکام القرآن : ٣ : ٣٤٦ طبع ١٣٣٥

یا حضرت زید حارثہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنی) کی مطلقہ حضرت زینب سے عقد کرنے کا حکم دیتے وقت اللہ تعالی نے صرف حکم ھی نہیں دیا بلکہ اس کی علت بھی بیان فرمائی ۔

فلما قضیٰ زید منها وطراً زوجنکها لکی لایکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائهم اذا قضوا منهن وطرا وکان امر الله مفعولاً ۔ (الاحزاب - ۳۷)
پھر جب زید نے اس (عورت) سے معاملہ ختم کرلیا تو ھم نے اس کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا تاکہ اھل ایمان پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کچھ تنگی نہ رھے جب وہ ان سے اپنا معاملہ ختم کرلیں ۔ اور اللہ کا حکم پورا ھوکر رھنے والا ھے ۔

یا مال غنیمت کو فقیروں، مسکینوں، یتیموں، اعزہ اور مسافروں کے درمیان تقسیم کرنے کا حکم دیتے وقت اللہ تعالی نے اس کی مصلحت بھی بیان فرمائی ۔

ما افاء الله علی رسوله من اهل القری فلله و للرسول ولذی القربی و الیتامیٰ والمسکین و ابن السبیل کی لا یکون دولة بین الاغنیاء منکم (الحشر - ۷)
جو کچھ اللہ اپنے رسول کو دوسری بستیوں والوں سے بطور فیٔ دلوائے سو وہ اللہ ھی کا حق ھے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا تاکہ وہ مال تمھارے تونگروں ھی کے درمیان گھوم پھر کر نہ رھے ۔

یعنی اللہ تعالی یہ چاھتا ھے کہ مال کی گردش ھوتی رھے اور مال صرف ایک طبقے میں ھی محدود ھوکر نہ رہ جائے ۔ اللہ تعالی نے یہ علت اس لئے بیان

فرمائی کہ اسلام کا مالیاتی نظام اسی علت پر قیاس کرکے تیار کیا جائے۔

سنت رسول :

ابو داؤد میں حضرت معاذ بن جبل کے اصحاب سے روایت ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اراد ان یبعث معاذ الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک القضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فان لم تجد فی سنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا فی کتاب اللہ قال اجتھد برائی ولا آلو فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدرہ فقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما یرضی رسول اللہ۔(۱۱)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا حاکم بناکر بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو انسے دریافت فرمایا کہ جب تمھارے سامنے مقدمات آئیں گے تو تم فیصلے کس طرح کرو گے ؟ انھوں نے عرض کیا کہ ”اللہ کی کتاب کے ذریعہ فیصلہ کروں گا۔ آپنے دریافت فرمایا کہ ”اگر تم اس معاملے کے بارے میں کتاب اللہ میں کچھ نہ پاؤ تو کیا کروگے ؟“

انھوں نے عرض کیا کہ ”پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا“ آپ نے دریافت فرمایا کہ اگر بالفرض تمھیں وہ معاملہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی نہ ملے۔ اور نہ کتاب اللہ میں تب تم کیا کروگے ؟“ حضرت معاذ بن جبل نے عرض

۱۱ - ابو داؤد : ۲ : ۵۰۵ طبع کانپور

کیا ''اس وقت میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور ایسا کرنے میں کسی قسم کی کوتاھی نه برتوں گا،، (اس وقت) حضور صلی الله علیه وسلم نے اپنا دست مبارک (شاباش دینے کے انداز میں) حضرت معاذ کے سینے پر مارا اور ارشاد فرمایا ''تمام تعریفیں اس الله کے لئے ھیں جس نے رسول الله کے رسول کو اس بات کی توفیق عطا فرمائی جسے الله کا رسول پسند کرتا ھے۔

یعنی یه که حضور صلی الله علیه وسلم یه بخوبی جانتے تھے که انسانی معاشرہ ترقی پذیر ھے زمانه جوں جوں آگے بڑھتا جائے گا نئے نئے مسائل جنم لیتے رھیں گے اور دین اسلام کے حاملین کو قرآن و سنت کی روشنی میں ان مسائل کو حل کرنا ھوگا۔ دین قیم جامد اور بے روح دین نھیں ھے اسے تو قیامت تک کے لئے باقی رھنا اور انسانیت کے مسائل کو حل کرنا ھے۔ زمانی اور مکانی طور پر تبدیلیوں کے امکانات لامتناھی ھیں لھذا ان لامتناھی امکانات کو پیش نظر رکھتے ھوئے ضروری ھے که قانون کو موثر اور قابل عمل رکھا جائے۔ اس کا بھترین ذریعه ''قیاس،، ھے۔ اسی لئے حضور صلی الله علیه وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کے نظریات کو سراھا اور اسے ''لما یرضی رسول الله،، کے عین مطابق قرار دیا۔ صحیح روایات میں ھے که اکثر مواقع پر حضور صلی الله علیه وسلم نے خود قیاس فرما کر امت کے لئے نمونه عمل قائم فرما دیا ھے۔ صحیح بخاری میں ایک روایت ھے۔

عن ابن عباس ان امرأة من جھینه جاءت الی النبی صلی الله علیه وسلم فقالت ان امی نذرت ان تحج فلم تحج حتی ماتت افاحج عنھا قال حجی

عنہا ریت لو کان علی امك دین اکنت قاضیة اقضو اللہ فاللہ احق بالوفاء ۔(۱۲)
حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ ''میری والدہ نے نذر مانی تھی کہ وہ حج کرے گی لیکن وہ حج نہ کر سکی اور فوت ہوگئی کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا ''ہاں! تو اس کے بدلے حج کرلے۔ اچھا یہ تو بتا کہ اگر تیری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تو اس قرض کو ادا کرتی؟ (یا نہیں جب یہ بات ہے) تو پھر اللہ تعالی اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے (یعنی نذر پوری کی جائے)

اس روایت پر غور فرمائیں تساوی فی العلة کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''حج منذور،، کو ''قرض،، پر قیاس فرماکر عملاً ایک لائحہ عمل پیش فرما دیا

ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے۔

عن ابی ہریرة قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من بنی فزارة فقال ان امرأتی جاءت بولد اسود فقال هل لک من ابل قال نعم قال ما الوانها قال حمر قال فهل فیها من اورق قال ان فیها لورقا قال فانی تراه قال عسی ان یکون نزعه عرق قال و هذا عسی ان یکون نزعه عرق ۔(۱۳)
حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ بنو فزارہ کے ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میری بیوی

---

۱۲ - صحیح بخاری: ۱: ۲۵۰ طبع کرزن پریس دھلی
۱۳ - ابو داؤد: ۱: ۳۰۸ طبع کانپور

نے ایک سیاہ فام بچے کو جنا ہے (حالانکہ میں گورا چٹا آدمی ہوں اور وہ خود بھی گوری ہے دوسرے لفظوں میں اس نے شک کا اظہار کیا) آپ نے اس سے سوال فرمایا ''کیا تیرے پاس اونٹ ہیں ؟ اس نے کہا ''جی ہاں !'' آپ نے دریافت فرمایا ان کے کون کون سے رنگ ہیں ! اس نے کہا ''سرخ'' آپ نے دریافت فرمایا ''کیا ان میں کوئی خاکستری رنگ کا بھی ہے''؟ اس نے عرض کیا ''جی ہاں ان میں اس رنگ کا بھی آپ نے دریافت فرمایا کہ ''اس کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے وہ کہاں سے آگیا''؟ اس نے جواب دیا کہ ''شاید کسی رگ نے یہ رنگ کھینچ لیا ہو'' آپ نے فرمایا ''شاید تیرے لڑکے کا بھی رنگ کسی رگ نے کھینچ لیا ہو'' (یعنی اس وقت کسی رگ میں سے جس میں سوداویت زیادہ تھی نطفہ میں سودا زیادہ مل گیا ہو اور اس کی وجہ سے لڑکا کالا ہو لہذا تو اپنی بیوی پر بدگمانی نہ کر)

اس روایت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوسولود کے سیاہ رنگ ہونے کو اونٹ کے خاکستری ہونے پر قیاس فرمایا اور تساوی فی العلۃ کی بناء پر مقیس پر مقیس علیہ کا حکم جاری فرمادیا۔

حجیت قیاس پر صحابہ کا اجماع :

صحابہ کرام جو نبوت کے سزاج شناس اور دین کی روح سے آشنا تھے قیاس کو حجت شرعی سمجھتے تھے اور جن جن احکام میں انہیں قرآن و سنت سے نصوص نہیں ملتے قیاس کرتے تھے۔

(۱) چنانچہ جب حضرت ابو بکر صدیق رض کی خلافت کا مسئلہ اٹھا تو صحابہ نے خلافت کو امامت صلوۃ پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا :

رضیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا افلا نرضاہ لدنیانا ۔(۱۴)

انہیں (حضرت ابو بکر کو) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا کیا ہم انہیں اپنی دنیا کے لئے پسند نہ کریں۔

(۲) صحابہ کرام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کو بھی رسالت پر قیاس کیا اور مانعین زکوۃ سے جہاد کیا۔ مانعین زکوۃ کا دعوی تو یہی تھا نا کہ زکوۃ وصول کرنے کے حق دار صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ ان کی دعا زکوۃ ادا کرنے والوں کے لئے باعث سکون ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

خذ من اموالھم صدقة تطھرھم و تزکیھم بھا وصل علیھم ان صلاتک سکن لھم۔ (التوبة ۔ ۱۰۳)

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے اس کے ذریعے آپ انہیں پاک صاف کر دیں گے اور آپ ان کے لئے دعا کیجئے بلاشبہہ آپ کی دعا ان کے حق میں باعث تسکین ہے۔ (جاری)

---

۱۴ ۔ خلاف عبدالوھاب : علم اصول الفقه : ۵۷ طبع مصر ۱۹۷۰۔